ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ و شاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جاء الحق و زہق الباطل

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مصنفہ
حضرت حکیم الامت مولانا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باہتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں

ناشر: مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے۔ یہ اہل علم کے لئے جائز ہے۔ ان میں نقل کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات اور احادیث نبویہ و اقوال فقہا سے ہے۔

رب کریم فرماتا ہے پارہ ۵ سورۂ نساء:۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ماتحت یَتَدَبَّرُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یَتَاَمَّلُوْنَ وَیَتَبَصَّرُوْنَ مَا فِیْهِ۔ یعنی کیوں نہیں غور کرتے اس کے معنی ہیں اور کیوں نہیں عقل سے دیکھتے۔ اُن خوبیوں کو جو قرآن میں ہیں۔

مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول میں ہے کہ کسی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور بھی عطیہ مصطفےٰ ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو فرمایا کہ

مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِی الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهْمًا یُعْطٰی رَجُلٌ فِیْ کِتَابِهٖ۔

ہمارے پاس اس قرآن کے سوا اور کچھ نہیں ہاں وہ علم و فہم ہے جو کسی کو کتاب الٰہی کے متعلق عطا کر دی جاتی ہے۔

اسی حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

وَالْمُرَادُ مِنْهُ مَا یُسْتَنْبَطُ بِهِ الْمَعَانِیْ وَیُدْرَکُ بِهِ الْاِشَارَاتُ وَالْعُلُوْمُ الْخَفِیَّةُ۔

اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنے مستنبط کئے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور چھپے ہوئے علوم کا پتہ لگے۔

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی معنے میں غور کرنا اور علم و عقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے۔ ہر جگہ نقل کی ضرورت نہیں۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔ اَصْلُ التَّفْسِیْرِ الْکَشْفُ وَاَصْلُ التَّاْوِیْلِ الرُّجُوْعُ وَعِلْمُ التَّفْسِیْرِ عِلْمٌ عَنْ اَحْوَالِ الْقُرْاٰنِ مِنْ حَیْثُ دَلَالَتِهٖ عَلٰی مُرَادِ اللّٰهِ تَعَالٰی بِحَسَبِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِیَّةِ ثُمَّ هُوَ قِسْمَانِ تَفْسِیْرٌ وَهُوَ مَا لَا یُدْرَکُ اِلَّا بِالنَّقْلِ کَاَسْبَابِ النُّزُوْلِ وَتَاْوِیْلٌ

تفسیر کے لغوی معنے ہیں ظاہر کرنا اور تاویل کے معنے ہیں لوٹنا علم تفسیر قرآن پاک کے ان حالات کا جاننا ہے جو اللہ کی مراد کو بتائیں طاقت انسانی کے مطابق پھر اسکی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر اور تفسیر وہ ہے جو نقل کے بغیر نہ معلوم ہو سکے اور ایک تاویل، اور تاویل وہ ہے جس کو عربی قاعدوں سے معلوم کر سکیں پس تاویل

وَهُوَ مَا يُمْكِنُ اِدْرَاكُهٗ بِالْقَوَاعِدِ الْعَرَبِيَّةِ فَهُوَ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالدِّرَايَةِ وَالسِّرُّ فِيْ جَوَازِ التَّاوِيْلِ بِالرَّءْيِ بِشُرُوْطِهٖ دُوْنَ التَّفْسِيْرِ اَنَّ التَّفْسِيْرَ كَشَهَادَةٍ عَلَى اللّٰهِ تَقْطَعُ بِاَنَّهٗ عَنٰى بِهٰذَا اللَّفْظِ هٰذَا الْمَعْنٰى وَلَا يَجُوْزُ اِلَّا بِتَوْقِيْفٍ وَلِذَا اَجْزَمَ الْحَاكِمُ بِاَنَّ تَفْسِيْرَ الصَّحَابِيِّ فِيْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ وَالتَّاوِيْلُ تَرْجِيْحُ لِاَحَدِ الْمُحْتَمَلَاتِ بِلَا قَطْعٍ ۔

کا تعلق فہم سے ہے اور تاویل کے رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کے رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دینا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کلمہ سے یہ ہی معنی مراد لیئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں اسی لئے حاکم نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دے دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین ۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ کے ماتحت فرماتے ہیں ۔

اَيْ تَكَلَّمَ فِيْ مَعْنَاهُ اَوْ فِيْ قِرَاءَتِهٖ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ تَتَبُّعِ اَقْوَالِ الْاَئِمَّةِ مِنْ اَهْلِ اللُّغَةِ وَالْعَرَبِيَّةِ لِلْقَوَاعِدِ الشَّرْعِيَّةِ بَلْ بِحَسَبِ مَا يَقْتَضِيْهِ عَقْلُهٗ وَهُوَ مِمَّا يَتَوَقَّفُ عَلَى النَّقْلِ كَاَسْبَابِ النُّزُوْلِ وَالنَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ ۔

یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا اسکی قرأت میں اپنی طرف سے کلام کرے لغت اور زبان جاننے والے اماموں کے قول کی تلاش نہ کرے شرعی قاعدوں کا لحاظ نہ رکھے بلکہ اس طرح کہدے جیسکو اسکی عقل چاہے حالانکہ یہ معنے ایسے ہوں کہ جن کا سمجھنا نقل پر موقوف ہو جیسے کہ شان نزول اور ناسخ و منسوخ ۔

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر کے شروع میں ہے ۔

وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ شَدَّدُوْا فِيْ هٰذَا فِيْ اَنْ يُّفَسَّرَ الْقُرْاٰنُ بِغَيْرِ عِلْمٍ

بعض اہل علم صحابہ کرام وغیرہ سے یہ ہی روایت ہے کہ وہ حضرات اس میں بہت سختی کرتے تھے ۔ کہ قرآن کی تفسیر بغیر علم کی جائے ۔

اس حدیث کے حاشیہ میں مجمع البحار سے نقل فرمایا ۔

لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّرَادَ اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ اَحَدٌ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّ الصَّحَابَةَ قَدْ فَسَّرُوْا وَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ عَلٰى وُجُوْهٍ وَلَيْسَ

یہ تو جائز نہیں کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام ہی نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح

كُلُّ مَا قَالُوْهُ سَمِعُوْهُ مِنْهُ وَلَا تَـهُ لَا يُفِيْدُ دُعَاءُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ ۔

ان میں اختلاف رہا اور اُن کی ہر بات توسُنی ہوئی نہ تھی نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بیکار ہوگا کہ اے اللہ انکو دینی فقہ دے اور ان کو تاویل سکھا دے ۔

نیز حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فصل چہارم اس مقصد کے لیئے مقرر کی ہے کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل بھی جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک ظاہری معنے ہیں اور ایک باطنی علماء ظاہری معنے کی تحقیق کرتے ہیں ۔ اور صوفیائے کرام باطنی کی ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونٹ بھر دوں ۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قرآن سمجھ لیتا ہے وہ تمامی علوم کو بیان کر سکتا ہے ۔ پھر جو حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کہے وہ خطا کار ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ جن باتوں کا علم بغیر نقل نہیں ہو سکتا ۔ اُن کو رائے سے بیان کرنا حرام ہے ۔ دیکھو اس کی پوری بحث احیاء العلوم شریف کے اسی باب اسی فصل میں ۔

نیز آئمہ دین کا قرآنی آیات میں بڑا اختلاف رہتا ہے ایک صاحب کسی جگہ وقف کرتے ہیں ۔ تو دوسرے اور جگہ ایک صاحب اسی ایک آیت سے ایک مسئلہ نکالتے ہیں ۔ دوسرے صاحب اس کے خلاف ۔ جیسے کہ تہمت زنا لگانے والے کی گواہی متشابہات کا علم وغیرہ ۔ تو اگر آپ اپنے علم سے کلام الٰہی میں بالکل کلام نہیں کر سکتے ہر ہر بات کے لیئے نقل کی ضرورت ہے تو یہ اختلاف کیسا ۔

(۳) تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنے یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہو اور کہے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں بلکہ یہ معنے ہیں ۔ جو میں نے کہے یہ صریح کفر ہے جیسے کہ آیات قرآنیہ اور قرأت متواترہ کا انکار کفر ہے ایسے ہی قرآن کے متواتر معنے کا انکار کفر جیسے کہ مولوی قاسم صاحب نے خاتم النبیین کے معنے کیئے ۔ اصلی نبی ۔ اور معنیٰ آخری نبی کو خیالِ عوام یعنی غلط کہا اور نبوت کی دو قسمیں کر ڈالیں ۔ اصلی اور عارضی ۔ حالانکہ امت کا اجماع اور احادیث کا اتفاق اس پر ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں آخری نبی ۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا ۔ یہ تحریف ہے ۔ اسی طرح قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے جیسے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ خدا کے سوا ان کو نہ پوجو جو نفع نقصان نہ پہنچا سکیں ۔